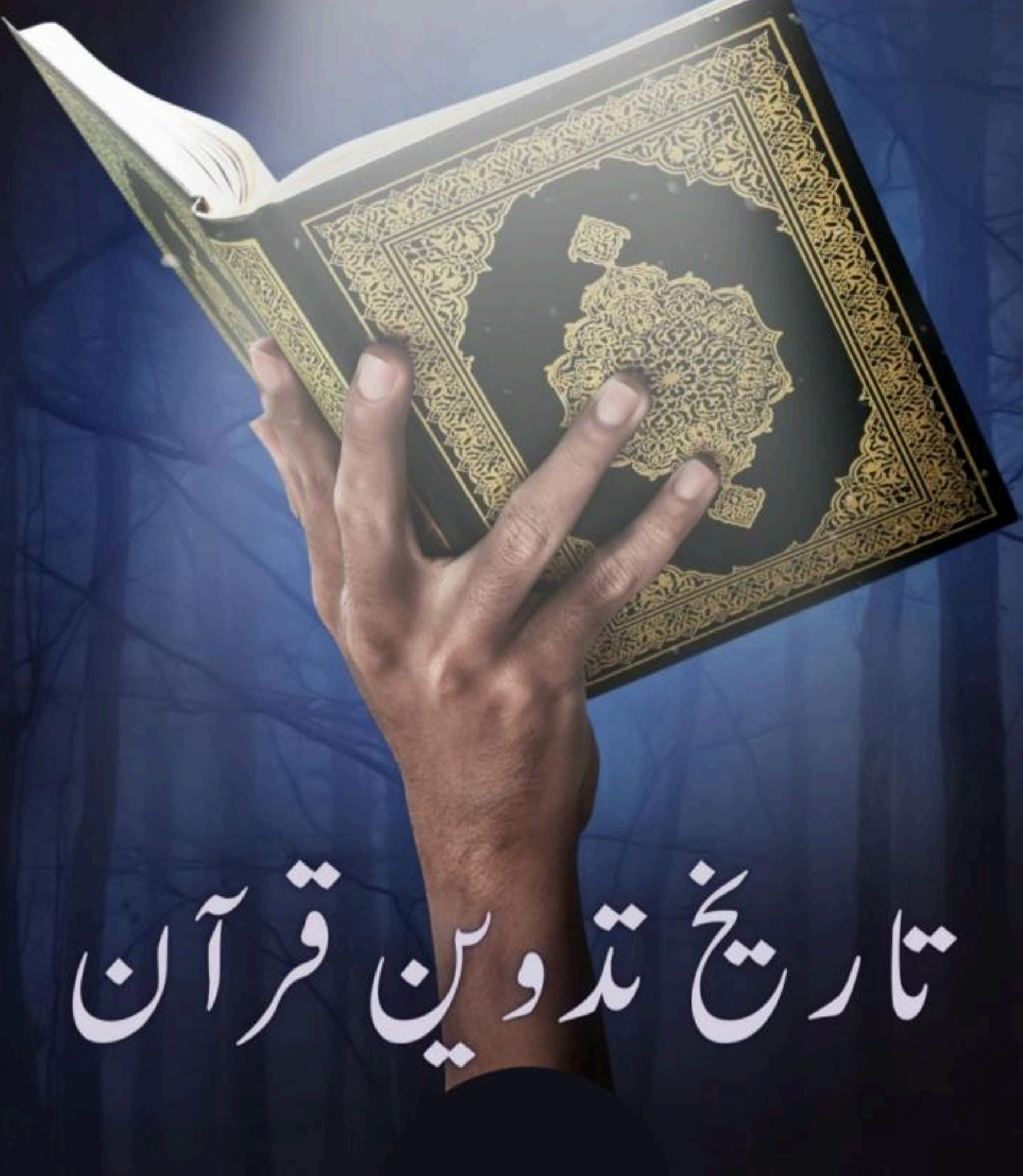

تاریخ تدوین قرآن

محمد خالد جذبی

افکار جذبی

تاریخ تدوین قرآن

1

محمد خالد جذبی

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ازل سے لوح محفوظ میں موجود ہے، پھر لوحِ محفوظ سے اس کا نزول دو مرتبہ ہوا، پہلا نزول آسمان دنیا کے مقام پر بیتِ عزت پر ہوا اور دوسرا حضور آقا کریم کی ذاتِ اقدس پر ہوا۔

حضور نبی کریمؐ پہ تمام وکمال یکبارگی نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوا چنانچہ جس وقت جتنا حصہ نازل ہوتا تھا اس وقت اتنا حصہ لکھ لیا جاتا تھا۔

زید بن ثابتؓ قرآن کریم کی کتابت کے طریقِ کار کو یوں بیان فرماتے ہیں

"میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قرآن کریم کی کتابت پر مامور تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو شدید گرمی محسوس ہوتی اور آپ کے جسم اطہر پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے، جب یہ کیفیت ختم ہوتی تو میں کسی جانور کی ہڈی یا چمڑے کا پارچہ لے کر حاضر ہوتا، آپ لکھواتے جاتے اور میں لکھتا جاتا، جب میں لکھ لیتا تو آپ فرماتے "پڑھ کر سناؤ" میں پڑھ کر سناتا اگر کہیں معمولی سا فرق بھی ہوتا تو آپ فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر دوسرے لوگوں کو سناتے"

قرآن کریم کی کتابت کا کام صرف حضرت زیدؓ ہی کے سپرد نہ تھا بلکہ اس کام پر بہت سے دوسرے صحابہ کرام بھی مامور تھے، کاتبینِ وحی کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی لیکن ان میں مشہور وممتاز یہ حضرات تھے۔

حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت ابان بن سعیدؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ، حضرت ثابت بن قیسؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت شرجیل بن حسنہؓ، حضرت حنظلہ بن ربیعؓ اور حضرت معیقیب بن ابی فاطمہؓ۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں رسول اکرم کا یہ معمول تھا کہ جب قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ صرف اسے لکھوانے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ کاتب وحی کو یہ بھی ہدایت فرماتے کہ ان آیات کو فلاح آیت کے بعد لکھو، چنانچہ انہیں آپ کی ہدایت کے مطابق لکھا جاتا۔" (اس زمانے میں کاغذ بہت کمیاب تھا اس لئے قرآنی آیات جانوروں کی ہڈیوں، چمڑے کے پارچوں، پتھر کی سلوں، کھجور کی چھالوں اور درخت کے پتوں پر لکھی جاتی تھیں، اگر کبھی کاغذ کا کوئی ٹکڑا مل جاتا تھا تو اسے بھی استعمال کر لیا جاتا تھا)"

قرآن کریم کے لکھنے کے ساتھ ساتھ اس کے حفظ پر بھی بہت زور دیا جاتا تھا، صحابہ کرام کو قرآن سیکھنے اور اسے یاد رکھنے کا اتنا شوق تھا کہ اس معاملے میں ہر شخص دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا' لہٰذا سینکڑوں صحابہ نے خود کو تمام مصروفیات سے الگ کر کے اپنی زندگی اس کام کیلئے وقف کر دی تھی، وہ قرآن کو نہ صرف یاد کرتے تھے بلکہ نمازوں میں اسے دہراتے تھے، (حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں جب کوئی مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آتا تو رسول اکرمؐ اسے انصار میں سے کسی کے حوالے

فرما دیتے تا کہ وہ اسے قرآن سکھائے) یہاں تک کہ مسجد نبوی میں قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں کی آوازوں کا اتنا شور ہونے لگا کہ آپ کو یہ تاکید فرمانی پڑی کہ آوازیں پست کرو تا کہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے۔

اہل عرب اپنی حیرت انگیز قوت حافظہ کی وجہ سے دنیا بھر میں ممتاز تھے اور انہیں صدیوں تک گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے بعد قرآن کریم کی وہ منزل ہدایت نصیب ہوئی تھی جسے وہ اپنی زندگی کا سب سے عزیز سرمایہ تصور کرتے تھے اس لئے انہوں نے اسے یاد رکھنے کیلئے کیا کچھ اہتمام کیا ہو گا؟ اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو ان کے مزاج اور افتادِ طبع سے واقف ہے چنانچہ بہت کم عرصے میں صحابہ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہوگئی جسے قرآن پاک زبانی یاد تھا، حفاظِ قرآن کی اس جماعت میں حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت مقداد بن عمرو الاسودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت امِ ورقہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوزیدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابودرداؓ، حضرت ابوحلیمہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت عبداللہ بن سائبؓ، حضرت فضالہ بن عبیدؓ، حضرت سعد بن عبیدؓ، حضرت مجمع بن جاریہؓ، حضرت مسلمہ بن مخلدؓ حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت تمیم داریؓ اور حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ جیسے حضرات شامل تھے۔

یہ تو صرف ان صحابہ کرام کے اسمائے گرامی ہیں جن کے اسماء حفاظِ قرآن کی حیثیت سے روایات میں محفوظ رہ گئے ہیں ورنہ ایسے صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہیں پورا قرآن حفظ تھا، ان کے علاوہ ایسے صحابہ کرام کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جنہیں پورا قرآن تو حفظ نہیں تھا مگر اس کے متفرق حصے یاد تھے۔

حضور نبی کریمؐ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے متفرق اشیاء پر لکھی ہوئی قرآنی آیات کو کتابی شکل میں مرتب کرانے کا فیصلہ کیا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے اس فیصلے کے محرکات کی تفصیل یوں فرمائی ہے۔

''ایک روز ابوبکر نے مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں عمرؓ بھی موجود تھے، ابوبکرؓ نے مجھ سے کہا کہ عمرؓ نے مجھ سے کہا ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حافظوں کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے اور اگر مختلف مقامات پر وہ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے لہذا آپ اسے جمع کرانے کا کام شروع کریں، مجھے عمرؓ کی یہ رائے پسند آئی ہے۔

آپ سے عہد رسالت میں کاتب وحی رہ چکے ہیں ہمیں آپ پر اعتماد ہے، آپ قرآنی آیات کو تلاش کر کے جمع کریں، میں نے یہ ذمے داری قبول کر لی اور جانوروں کی ہڈیوں، چمڑے کے پارچوں، پتھر کی سلوں، کھجور کی چھالوں، درخت کے پتوں، کاغذ کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا۔''

مختلف روایات کے مطابق حضرت زیدؓ نے جمع قرآن کے سلسلے میں حسب ذیل طریق کار اختیار کیا۔

1- حضرت زیدؓ کے پاس کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو وہ اپنے حافظے سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

2- حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو بھی اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ لگایا تھا چنانچہ جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو حضرت زیدؓ کے

3

علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظے سے اس کی توثیق کرتے تھے۔

3- کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہ اس کی توثیق نہیں کرتے تھے کہ یہ آیت واقعی حضور ﷺ نے لکھوائی تھی۔ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ گواہیاں اس بات پر بھی لی جاتی تھیں کہ اس لکھی ہوئی آیت کی حضور ﷺ نے وصال سے پہلے تصدیق فرمائی تھی کہ اس کی کتابت ان سات حروف کے مطابق ہے جن پر قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

4- ان لکھی ہوئی آیات کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلہ وموازنہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہ کرامؓ کے پاس موجود تھے۔ ابوشامہؒ فرماتے ہیں کہ اس طریق کار کے اختیار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے اور حافظے پر اعتماد کے ساتھ ساتھ اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ جن آیات کو پیش کیا جارہا ہے وہ حضور ﷺ کے حکم سے لکھی گئی تھیں۔

بہر حال حضرت زیدؓ نے نہایت احتیاط سے قرآن کریم کی آیات کو جمع کر کے انہیں اوراق پر مرتب شکل میں تحریر کیا۔ اصطلاح میں اس نسخے کو ''اُم'' کہا جاتا ہے۔ اس نسخے کی خصوصیات حسب ذیل تھیں۔

1- اس نسخے میں قرآنی آیات تو حضور ﷺ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھیں۔

2- اس نسخے میں ساتوں حروف جمع تھے۔

3- یہ نسخہ خط حیری میں لکھا گیا تھا۔

4- اس نسخے میں صرف وہ آیات درج کی گئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

5- اس نسخے کو لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ تمام امت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ ایک مرتب مصحف تیار ہو جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

حضرت ابوبکرؓ کے لکھوائے ہوئے یہ صحیفے ان کی زندگی میں ان کے پاس رہے، پھر حفصہؓ کے پاس منتقل کر دیا گیا۔

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ جب کسی نئے علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے تو وہ ان مجاہدین اسلام سے قرآن کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔ قرآن سات حروف پر نازل ہوا تھا اور مختلف صحابہ کرام نے اسے حضور ﷺ سے مختلف قرأتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ لہٰذا ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اس قرأت کے مطابق پڑھایا جس کے مطابق خود اس نے پڑھا تھا۔ اس لئے قرأتوں کا یہ اختلاف دور دراز ممالک تک پہنچ گیا اور یہ بات مشہور نہ ہو سکی کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے تو لوگوں میں جھگڑے شروع ہو گئے، بعض لوگ اپنی قرأت کو صحیح اور دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ جہاد کے سلسلے میں آرمینیا اور آذربائیجان گئے تو دیکھا کہ لوگ قرآن کی قرأتوں کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ مدینہ منورہ واپس آتے ہی حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچے اور عرض کیا ''امیر المومنینؓ اس سے پہلے کہ یہ امت اللہ کی کتاب کے بارے میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلافات کا شکار ہو آپ اس کا علاج کیجئے'' انہوں نے پوچھا ''بات کیا ہے؟'' انہوں نے کہا ''میں نے آرمینیا میں دیکھا کہ عراق کے لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت پڑھتے ہیں جو اہل شام نے نہیں سنی ہوتی اور شام کے لوگ ابی بن کعبؓ کی قرأت پڑھتے ہیں جو اہل عراق نے نہیں سنی ہوتی۔ اس کے نتیجے میں ایک دوسرے پر لعن طعن کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ خود بھی اس خطرے کا احساس کر چکے تھے لہٰذا جب

حضرت حذیفہؓ نے اس طرف توجہ دلائی تو انہوں نے جلیل القدر صحابہ کو بلوایا اور فرمایا ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے سے اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے' یہ بات کفر کی حد تک پہنچ سکتی ہے۔ آپ لوگوں کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟'' انہوں نے پوچھا'' آپ نے کیا سوچا ہے؟'' انہوں نے فرمایا'' میری رائے یہ ہے کہ ہم تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیں تاکہ کوئی اختلاف نہ رہے'' صحابہؓ نے اس رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حذیفہؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس جو صحیفے موجود ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیں ہم انہیں مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔

حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے بھیج دیئے۔ حضرت عثمانؓ نے چار صحابہ کی ایک جماعت بنائی جو حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت سعید بن عاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن حارثؓ پر مشتمل تھی اور اسے اس کام پر مامور کیا کہ وہ ان صحیفوں سے نقل کر کے ایسے مصاحف تیار کرے جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔ ان صحابہ میں سے حضرت زیدؓ انصاری اور باقی تینوں قریشی تھے اس لیے حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارے درمیان قرآن کے کسی حصے میں اختلاف ہو (یعنی اس میں اختلاف ہو کہ کونسا لفظ کس طرح لکھا جائے؟) تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

بنیادی طور پر تو یہ کام مذکورہ چار حضرات ہی کے سپرد کیا گیا تھا لیکن پھر دوسرے صحابہ کو بھی ان کے ساتھ لگا دیا گیا' یہاں تک کہ ان کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی۔ ان صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت کثیر بن افلحؓ اور حضرت مالک بن ابی عامرؓ بھی شامل تھے۔ ان حضرات نے قرآن کریم کی کتابت کے سلسلے میں حسب ذیل اہتمام کیا:۔

1- حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اس میں سورتیں ترتیب سے نہیں تھیں بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھیں' ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔

2- قرآن کریم کی آیات اس طرح لکھیں کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قرأتیں سما جائیں اس لئے ان پر نہ نقطے لگائے گئے اور نہ حرکات (زیر زبر پیش) تاکہ اسے تمام متواتر قرأتوں کے مطابق پڑھا جا سکے۔

عام طور سے مشہور یہ ہے کہ پانچ نسخے تیار کیے گئے تھے لیکن ابوحاتم بجستانیؒ فرماتے ہیں کہ سات نسخے تیار کیے گئے تھے جن میں سے ایک مکہ مکرمہ' ایک یمن' ایک بحرین' ایک شام' ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیجا گیا اور ایک مدینہ منورہ میں محفوظ رکھا گیا۔

3- مذکورہ بالا کام کرنے کے لئے ان حضرات نے بنیادی طور پر تو انہی صحیفوں کو سامنے رکھا جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں لکھے گئے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی مزید احتیاط کے لئے وہی طریق کار اختیار کیا جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اختیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضورﷺ کے زمانے کی جو متفرق تحریریں مختلف صحابہ کرام کے پاس محفوظ تھیں انہیں دوبارہ منگوایا گیا اور ان کے ساتھ از سر نو مقابلہ و موازنہ کر کے یہ نئے نسخے تیار کئے گئے۔

قرآن کریم کے یہ متعدد معیاری نسخے تیار کرانے کے بعد حضرت عثمانؓ نے وہ تمام انفرادی نسخے نذر آتش کرا دیئے جو مختلف صحابہ کرام کے پاس موجود تھے تاکہ رسم الخط' مسلمہ قرأتوں کے اجتماع اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے تمام مصاحف یکساں ہو جائیں اور ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے ان کے اس کارنامے کو پوری امت نے استحسان کی نظروں سے دیکھا۔